گِل گامش کی داستان

ڈاکٹر سلیم سہیل

Abstract:

This article attempts to outline the story of Gilgamesh, probably written about five thousand years ago. It highlights the salient features of the story, its implications and its symbolic dimensions. Notice has also been taken of other characters associated with the story. It can be regarded as a brief and insightful introduction to this ancient legend.

گل گامش کی داستان عروق کے بادشاہ گل گامش کا زندگی نامہ ہے۔ زندگی جو درد وکرب، آہ و بکا، نالہ و فریاد، شجاعت و دلاوری، رزم و بزم اور آخر میں حیاتِ دوام کے حصول کی عدم تکمیل شدہ صورت ہے۔انسانی تہذیب کا سفرِ روز و شب، کن آفتوں کے ہاتھوں فسانہ وفسوں بن گیا کسی کو خبر نہیں۔ انسان کو بقا حاصل رہے یا نہ رہے، یہ سوال دائم و قائم رہے گا اور اس کے جواب میں پتا نہیں کتنی نسلیں فنا ہو جائیں گی۔

گل گامش کی داستان بھی اس سوال کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے جس میں مختلف کردار ایک ترتیب کے ساتھ زندگی کی متنوع صورتوں کی گرہ کشائی کر رہے ہیں۔گل گامش ، ان کدو، حمبابا ، شمس ، عشتار، اتنا پُشتیم اپنی اپنی جگہوں پر زندگی کی قاشیں ہی تو ہیں، ترش ، شیریں ، کیف آور، عذاب آفریں۔گل گامش تکبر، جنگ و جدل اور اپنوں سے بچھڑنے کے بعد حیاتِ دوام کی تلاش میں ہے۔ ان کدو کی موت کے بعد دیوتاؤں کا خوف اس کی روح میں سما چکا ہے ۔ ایک سوال نے گل گامش کی راتوں کی نیند برباد کردی ہے۔ موت کا سوال۔ اس نکتے کو سمجھنے سے پہلے موت اور آبِ حیات کی تقویم جاننا بھی لازم ہے۔ خیال رہے کہ یہ داستان ۲۷۰۰ ق۔م کی ہے۔ اور آب حیاتِ کی تلمیح کا تعلق حضرت خضرؑ سے ہے۔ دیکھنے کی یہ بات ہے کہ کس طرح صحائف اپنی ارتقائی صورتوں سے گزر کر دانشِ عالم کا دائمی حصہ بن گئے۔مگر یہاں گِل گامش کی داستان سے غرض ہے ورنہ تو گِل گامش، فردوسی کے شاہ نامے میں رُستم، نوشیرواں اور سکندر، ہومر کی اوڈیسی میں ہیراکلیس ، مہابھارت میں ارجن، بھیم اور کرشن مہاراج،

رامائن میں رام اور لکشمن، اردو میں امیر حمزہ اور حاتم طائی کے کرداری خصائص میں مشترک عناصر کی تلاش پر ایک سے زائد ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جاسکتے ہیں۔

جی ہاں موت کا سوال! ان کدو کی موت سے پہلے اور بعد میں گِل گامش کی ذات میں انقلابی تبدیلی آتی ہے۔ اس حوالے سے سید سبطِ حسن نے اپنے طویل مضمون میں بڑی چشم کُشا روشنی ڈالی ہے۔ پتا نہیں اردو ادب سے اس طرح کے لوگ کیوں منفی ہوگئے ہیں۔

> ''ان کدو کی موت سے پیشتر تضاد کی نوعیت خارجی اور سماجی تھی چنانچہ گِل گامش نے اس تضاد کو قوت، جرأت اور عزم سے حل کیا۔ جب تک گِل گامش عملی انسان تھا کوئی طاقت خواہ وہ کتنی ہی بھیانک کیوں نہ ہو اسے ڈرا نہیں سکتی تھی کیوں کہ وہ دلیر، دانا اور دبنگ تھا۔''
>
> (سید سبطِ حسن، ۱۹۶۱:۲۲۱)

اس نے عروق میں دیواریں اور فصیلیں بنوائیں، شہر کو پشتوں سے مستحکم کیا۔ کیش کے فرمان روا کو اطاعت پر مجبور کیا۔ حمبابا کو ہلاک کر کے دیودار کے جنگل کو عروق کے علاقے میں شامل کیا اور ثورِ فلک کو جس نے ہزاروں باشندوں کی جان لی تھی، مار ڈالا۔ مگر ان کدو کی ہلاکت کے بعد تضاد کی نوعیت داخلی اور ذہنی ہو جاتی ہے۔ یعنی کسی بھی مقصد کے حصول میں ذاتی اور داخلی احساسات غالب آجائیں تو تباہی کے سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ گِل گامش کا کردار، ان کدو کی وفات سے پہلے، کتنے شاندار طریقوں سے فاتح چلا آرہا ہے۔ اس کی فہم وفراست کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ گِل گامش ایک مملکت کو چلانے کے تمام طریقوں سے واقف ہے بل کہ اس مملکت کے جغرافیے میں اضافے کیے جارہا ہے یعنی نئے نئے علاقے عروق کی سلطنت میں شامل کر رہا ہے۔ گِل گامش دیوتاؤں کی تخلیق ہے جسے دیوتاؤں نے سراپا حسن بنایا ہے۔ وہ دوتہائی دیوتا اور ایک تہائی انسان ہے۔ گِل گامش نے عروق کو ہر لحاظ سے بنایا سنوارا اور اس کی تعمیر وترقی میں کامل دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ وہی گِل گامش ہے جو کہانی کے آخر میں شجرِ بقا کے حصول میں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

اصل میں گِل گامش کا زوال اس کے عروج کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جب گِل گامش سے عروق کے باشندوں کو شکایات پیدا ہونا شروع ہوتی ہیں کہ اسے کسی کی ماں، بہن، بیٹی میں کوئی تفریق نہیں۔ اور وہ اپنی ہوس کو سیراب کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ یعنی جب انسان پر سفلی جذبات غلبہ حاصل کرتے ہیں تو وہ ابتری کے سفر کا آغاز کر دیتا ہے۔ عقائد کی رو سے دیکھا جائے تو تمام عقائد میں ایک سطح پر اس امر کو معیوب سمجھا گیا ہے۔ تو گِل گامش اقتدار کے نشے میں مخمور ہو کر اس بات کا لحاظ نہیں کرتا کہ انجام کیا ہوگا۔ تمام عروق کے باسیوں کو اس کا یہ فعل گوارا نہیں۔ وہ دیوتاؤں سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ کا بنایا ہوا گِل گامش آپ کی رعایا کا خیال نہیں رکھتا۔

دیوتا گِل گامش کے مقابلے میں ان کدو کو تخلیق کرتے ہیں یعنی اس کائنات کے آغاز سے ہی چیزیں اپنے ضد سے پہچانی گئیں۔ خیر کے ساتھ شر، نیکی کے ساتھ بدی اور گِل گامش کی داستان میں گِل گامش اور ان کدو، جو

بعد میں اگر چہ شکست کھانے کے بعد اس کا دوست بن جاتا ہے۔ بہ ہرحال دیوتا ان کدو کو تخلیق کرتے ہیں۔ انّو دیوتا تخلیق کی دیوی ارورو کو طلب کرتا ہے۔ چوں کہ گِل گامش بھی ارورو کی تخلیق ہے اور اسے ہی اس کا ہمسر پیدا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ دیوی نے پانی میں ہاتھ تر کرنے کے بعد کچھ گیلی مٹی لی اور اسے صحرا میں پھینک دیا،جس سے ان کدو بنا۔ ان کدو میں جنگجو ہونے کے تمام شواہد ملتے ہیں۔ وہ جنگل میں رہتا ہے۔ وہ چراگاہوں میں چو پایوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کرتا ہے۔ ایک دن ایک بہلیا وہاں سے گزرتا ہے۔ بہلیا ان کدو کو دیکھنے کے بعد خائف ہو جاتا ہے اور دوڑ کر اپنے والد کے پاس آتا ہے۔ بہلیا اپنے باپ کو ان کدو کی شجاعت اور توانائی کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ یہ ہمارے اور جنگل میں جانداروں کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ اس میں لگتا ہے کہ انو دیوتا کی پرچھایاں محسوس ہوتی ہیں۔ بہلیے کا باپ اپنے بیٹے کو مشورہ دیتا ہے کہ عروق جاؤ اور گِل گامش کو ان تمام واقعات سے آگاہ کرو۔ وہ دانا ہے۔ وہ تمھارے ساتھ ایک خوبصورت دیوی روانہ کرے گا۔ جس کے حسن سے مسحور ہو کر اور اس دیوی سے تلذذ حاصل کرنے کے بعد ان کدو کا وحشیانہ پن ختم ہو جائے گا اور وہ ایک مہذّب انسان بن جائے گا۔ غرض یہ کہ چھ دن اور سات راتیں ان کدو دیوداسی کی قربت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ جب اس صحبت کے بعد اس نے جنگلی جانوروں کا پیچھا کیا تو ان کدو نے محسوس کیا کہ اس میں پہلے والی سکت نہیں رہی۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ جب تک انسان میں روحانیت قائم رہتی ہے وہ ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ مگر جب یہ طاقت زائل ہو جاتی ہے تو وہ فرد کمزور ہو جاتا ہے۔ جیسے ان کدو کے ساتھ ہوا کہ حربے کے طور پر گِل گامش نے دیوداسی کو روانہ کیا اور اس کی نگاہِ التفات کے بہکاوے میں آ کر ان کدو اپنی طاقت کھو بیٹھا۔ یہاں داستان کی بُنت میں وجہ اور سبب کے عمل کو بھی سمجھنا چاہیے کہ کس طرح ۲۷۰۰ ق-م میں بھی ایک منطق موجود تھی، کہانی کی بُنت کے ضمن میں، کہ اگر ایسا کرو گے تو ایسا ہوگا۔

سو یہ حربہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اب دیوداسی ان کدو کی ناصح بن جاتی ہے۔ اب قدیم سومیری تہذیب میں عورت کے کردار میں تحرّک اور فیصلہ سازی کے عمل کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ عورت کھیتی باڑی بھی کر رہی ہے اور اس کے ساتھ معاشرے پر اثر انداز بھی ہو رہی ہے۔ یعنی ان کدو جیسے سورما کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ محبت ہی ایک ایسا ہتھیار ہے، جس کی طاقت سے وہ مرد کو اپنا مُرید بنا لیتی ہے۔ اس اعتبار سے ایک اقتباس:

> ''یہ دیوی قدیم حجری دور کی ذہنی تخلیق ہے اور اس وقت کے انسانی معاشرے کی خواہشوں اور ضرورتوں کی جذباتی علامت ہے۔ اس عہد کے انسان کا سب سے اہم مسئلہ بقائے نسل اور افزائشِ نسل کا مسئلہ تھا۔ اس کے نزدیک اس مسئلہ کا حل فقط عورت کے پاس تھا۔ کیوں کہ ماں اور اس کی کوکھ سے پیدا ہونے والے نومولود کے رشتے کے بارے میں شُبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تھی۔'' (سید سبطِ حسن، ۱۹۶۱: ۲۱۷)

دیوداسی ان کدو کو کہتی ہے کہ اب تم جنگلی نہیں رہے۔ میرے ساتھ چلو میں تمھیں عروق لے جاتی ہوں۔ عروق جو تہذیب کا مرکز ہے وہاں تم گِل گامش سے ملنا۔ وہ ایک دیوتا ہے۔ ان کدو ایک دوست کی تلاش میں ہے

اور اسے دیوداسی کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ ان کدو دیوداسی سے کہتا ہے کہ میں عروق پہنچ کر گِل گامش کو للکاروں گا کہ پہاڑوں کا بیٹا ان کدو آ گیا ہے۔ میں وہاں اپنی طاقت سے غلبہ حاصل کرلوں گا۔ عروق کے باشندے گِل گامش کی جگہ میری تکریم کریں گے۔ دیوداسی ان کدو سے کہتی ہے کہ ڈینگیں مت مارو۔ جب تم گِل گامش کے دیس میں جاؤ گے تو تمھیں خود پتا چل جائے گا کہ بہادر کون ہے۔ گِل گامش شمس اور انو کا چہیتا ہے۔

''گِل گامش شمس اور انو کا چہیتا ہے
اور ان لیل اور ایا نے اس کو دانائی عطا کی ہے
اور میں کہتی ہوں کہ
ابھی تو نے صحرا کا سفر بھی طے نہ کیا ہوگا
کہ گِل گامش کو تیرے آنے کی خبر ہو جائے گی''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۲۶)

گِل گامش ایک خواب دیکھتا ہے اور خواب کا سارا واقعہ اپنی ماں سے، جو نہایت عقل مند ہے، بیان کرتا ہے۔ نن سون اس خواب کی تعبیر بتا تا ہے کہ تمھارے خواب میں جو سورما تمھیں گھیرے ہوئے ہیں اور لوگ بھی ارد گرد جمع ہیں یہ عورت ہے۔ جو تمھیں شیشہ نظر آتا ہے اور وہ تمھاری طرف دیکھتا ہے۔ یہ ایک رفیق ہے، جو تمھیں حاصل ہوگا۔ خواب کی تعبیر کا علم لحۂ موجود میں جتنی ترقی کر گیا آپ اس کی ابتدا دیکھیں۔ ثابت ہوتا ہے جو علوم آج پنپ رہے یا ترقی کر رہے ہیں ان کا آغاز کب سے ہوا تھا۔

گِل گامش ادبیات کی تاریخ کا قدیم ترین نَوِشتہ ہے۔ یعنی کائنات کے آغاز ہی سے نفسیات کا علم اپنی کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ یہ سارے علوم خواب ہی تو ہیں جو اپنی کچی پکی شکلوں میں بنتے بگڑتے رہتے ہیں اور انسان ان خوابوں کے سہارے اپنی زندگی کر رہے ہیں۔ خواب پھیل کر پوری زندگی کو اپنے حصار میں لے لیتے ہیں۔ خوابوں کی پوری ایک تہذیب ہے کہ قدیم زمانے میں کس طرح فاتحین کی سمت نمائی کرتے تھے اور ایک رہنما کا کردار ادا کرتے تھے۔ اگر اساطیر کو دیکھا جائے تو اس کی بنیاد بھی خوابوں پر استوار ہوئی ہے۔

''متھ کی نوعیت خوابوں سے بہت ملتی جلتی ہے۔ جس طرح ہمارے خواب ہمارے تمام ممکن اور محال خواہشوں کو حقیقت کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح متھ فوق الفطرت باتوں کو بھی فطری پیکر میں پیش کرتا ہے۔ خواب کی مانند متھ میں بھی عجوبہ، اَن ہونی باتیں، روز مرہ کی چیزیں بن جاتی ہیں۔ اساطیری داستانوں میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہوتی۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۱: ۲۲۷)

ان کدو کی جنگل میں گزاری ہوئی زندگی یکسر مختلف تھی۔ وہ جنگل میں جانور کے تھن سے منہ لگا کر دودھ پیتا تھا مگر یہاں دیوداسی نے اسے برتن سے دودھ پینا سکھایا۔ ان کدو روٹی کی طرف ترسی نظروں سے دیکھتا تھا۔ اسے دیوداسی بتاتی ہے کہ کھانا کیسے کھایا جاتا ہے۔ غرض ان کدو کی پوری زندگی کا منظر نامہ بدل جاتا ہے۔

یہاں انسانی علوم میں بشری تہذیب کی طرف بھی ذہن جاتا ہے کہ انسان کے لاشعور میں چھپی کثافتوں کو کیسے تہذیب کی چولی پہنائی جائے۔ یعنی گِل گامش کی داستان وہ ابتدائی نوِشتہ ہے جس میں فرد کی تہذیب کا عمل نظر آتا ہے کہ انسانی وحشت کو کس طرح ختم کر کے انسان میں تہذیب کا بیج لگایا جائے۔

ہمارے تمام صحائف اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ انسان کے داخل کا بنجر پن ختم کر کے اسے کس طرح خیر کا تقسیم کار بنایا جا سکتا ہے؟ گِل گامش نے بھی شعوری یا لاشعوری طور پر خوابوں کے ذریعے فرد کو شائستہ بنایا ہے۔ یہ خواب ہیں جو ان کدو اور گِل گامش کی زندگیوں میں تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ طلسمانہ (Fantasy) خواب ہی تو ہے، جس میں کردار اپنی عدم تکمیل شدہ خواہشوں کی تسکین کر رہے ہیں۔ دیوتاؤں سے امداد بھی نا آسودگی کو آسودگی میں بدلنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ان کدو جب عروق آجاتا ہے اور گڈریوں کے ساتھ خوش ہے تو ایک آدمی گِل گامش کی شکایت لے کر آتا ہے۔

''راہ گیر نے اپنا منہ کھولا
اور ان کدو سے مخاطب ہوا:
گِل گامش ایوانِ شوریٰ میں زبردستی گھس آیا ہے
حالانکہ یہ عمارت شہر والوں کی ملکیت ہے
وہ ڈھول کی آواز پر جمع ہوئے تھے
تا کہ شبِ عروسی کی خاطر دلھن کا انتخاب کریں
مگر گِل گامش ان کی تحقیر کر رہا ہے۔
اس نے شہر کو ناپاک کر دیا ہے۔
وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتا ہے۔
وہ چاہتا ہے کہ دلھن شبِ عروسی اس کے ساتھ گزارے۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۳۱)

راہ گیر کی شکایت سُن کر ان کدو عروق کی طرف رخ کرتا ہے۔ راستے میں گِل گامش دلھن کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ عروق کے باشندے جب ان کدو کی طرف دیکھتے ہیں تو انھیں خیال گزرتا ہے کہ یہ گِل گامش جیسا نظر آتا ہے۔ اس پر بھی کسی دیوتا کی نظر ہے۔ غرض گِل گامش کے راستے میں ان کدو کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہاں پر ان کدو اور گِل گامش کی آپس میں ٹکر ہوتی ہے اور گِل گامش غالب ٹھیرتا ہے۔ ان کدو اپنی شکست تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ گِل گامش کو اپنے سے طاقتور تسلیم کرتا ہے اور دونوں آپس میں دوست بن جاتے ہیں۔

''تب وہ آپس میں گتھ گئے
اور سانڈوں کی مانند ٹکرانے لگے

انھوں نے دروازے اور چوکھٹ کو توڑ ڈالا
اور دیواریں ہل گئیں
گِل گامش نے اپنا گھٹنا جھکایا
اور پاؤں زمین پر جما کر جھٹکا دیا
تو ان کدو نیچے گر گیا
تب گِل گامش کا غصہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا
اور ان کدو نے گِل گامش سے کہا
دنیا میں تیرا کوئی ثانی نہیں ہے
تو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے
بیلوں کے باڑے کی جنگلی گائے نن سون کی اولاد
تو سب انسانوں میں بالا و سربلند ہے۔
ان لیل نے تجھے بادشاہی عطا کی ہے
کیوں کہ تیری طاقت سبھوں کی طاقت سے فزوں تر ہے
تب ان کدو اور گِل گامش بغل گیر ہوئے
اور ان کی دوستی پر مہر لگ گئی۔''

(سید سبطِ حسن، ۱۹۶۲: ۱۳۳)

گِل گامش کا دوسرا حصہ حمبابا، جو دیودار کے جنگل کا بادشاہ ہے، اور گِل گامش کی ٹکر سے متعلق ہے۔ گِل گامش اس تلاش میں ہے کہ اسے کوئی اپنی طاقت کا سورما نصیب ہو جس پر وہ فتح حاصل کرے اور عروق میں اس کے نام کا ڈنکا بجے۔ جہاں انسانی لاشعور کی پیچیدگیاں دیکھیں کہ اس کے پاس جتنا بھی مرتبہ ہو وہ مزید کی تلاش میں رہتا ہے۔ گِل گامش کا ایک اور مسئلہ بقا کی تلاش ہے۔ ان کدو گِل گامش کو اس ارادے کے مضمرات سے آگاہ کرتا ہے لیکن گِل گامش کو ایک دُھن سوار ہے کہ وہ حمبابا کا جبر ختم کرے۔

''بادشاہ گِل گامش کے ذہن میں ملکِ بقا کا خیال آیا
اس نے دیودار کے ملک کے بارے میں سوچا
اور اپنے ملازم ان کدو سے کہا:
تقدیر میں تو لکھا تھا کہ میرے نام کی مہر لوحِ خام پر ثبت ہو
لیکن میں نے ابھی تک یہ کام سرانجام نہیں دیا ہے۔
پس میں اس ملک کا سفر کروں گا
جہاں دیودار کے درخت کاٹے جاتے ہیں
میں اپنا نام اس مقام پر ثبت کروں گا

جہاں مشاہیر کے نام ثبت ہوتے ہیں۔
اور جس مقام پر ابھی تک کسی انسان کا گزر نہیں ہوا ہے
وہاں میں دیوتاؤں کے لیے ایک یادگار تعمیر کروں گا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۳۴)

ان کدو ،گل گامش کے اس خیال سے پریشان تو ہوتا ہے لیکن شمس دیوتا کے سہارے اور ،گل گامش کی ماں نن سون اور باپ لو،گل باندہ کی دعاؤں کی طفیل حمبابا جیسے طاقتور سورما سے لڑنے کے لیے ،گل گامش کے ساتھ جنگ کا سامان باندھتا ہے۔ یہاں دعا کی فضیلت بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ کسی بھی مشکل کو آسان کرنے کے لیے دعا کا تصور سومیری تہذیب میں موجود تھا۔ ،گل گامش کے قصے میں مافوق الفطرت عناصر کو جب تعقّل کے پیمانے پر جانچا جاتا ہے تو وہ حقیقت محسوس ہوتے ہیں۔

طلسمانہ کی بھی یہی حقیقت ہے کہ بظاہر ناممکنات بعد میں ممکن اور عین حقیقت محسوس ہوں۔ ،گل گامش کی داستان میں منصوبہ بندی ہے ۔ کہانی کی کڑیاں باہم پیوست ہیں۔ مشاورت کا پورا ایک نظام ہے۔ سب کچھ آناً فاناً نہیں ہو رہا بل کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے پورا پورا سوچا جاتا ہے۔ وہ اسفار ہوں یا خواب ان کی تعبیروں میں تخیّل حقیقت بن جاتا ہے۔ ،گل گامش کی داستان میں خواب رہبر بنتے نظر آتے ہیں۔ مرکزی کردار جہاں بھی کسی کرب میں مبتلا ہوتا ہے وہ خوابوں سے مدد مانگتا ہے اور دیوتا اس کی مدد کرتے ہیں۔ حمبابا جیسے طاقتور دیوتا کے مقابلے میں شمس دیوتا ،گل گامش کی ہر ممکن طریقے سے مدد کرتا ہے۔ اگر شمس دیوتا ملک بقا سے ،گل گامش کو روکتا ہے۔

''نورانی شمس نے جواب دیا:
تو بے شک قوی ہے،
لیکن تجھے ملک بقا سے کیا سروکار''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۳۷)

مگر ،گل گامش کے ارادے کی پختگی نورانی دیوتا کو یاوری پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہاں مشیروں کے مشورے بھی دانش سے خالی نہیں۔

''مشیروں نے ،گل گامش کو برکت دی اور تنبیہہ کی کہ
اپنی قوت پر حد سے زیادہ اعتماد نہ کرنا
ہوشیار رہنا اور ابتدا میں وار سنبھل سنبھل کر کرنا۔
آگے والے کا فرض اپنے ساتھی کی حفاظت کرنا ہے
اور واقف راہ ہی رفیق کا محافظ ہو سکتا ہے،
لہٰذا ان کدو آگے آگے چلے۔
وہ جنگل کی راہ سے آگاہ ہے۔

اس نے حمبابا کو دیکھا ہے
اور جنگوں کا تجربہ رکھتا ہے۔
دروں میں پہلے وہی داخل ہو،
وہ چوکنا رہے۔
ان کدو کو چاہیے کہ اپنے دوست کی نگہبانی کرے
اور اسے راستے کے پوشیدہ خطروں سے بچائے۔
ان کدو! ہم مشیران عروق
اپنے بادشاہ کو تیری حفاظت میں دیتے ہیں
اسے سلامتی سے ہمارے پاس واپس لانا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۴۳)

داستان کی روانی اور مکالموں کی بے ساختگی ِگل گامش کی داستان کو کسی آج کل کے قصے کے قریب کر دیتی ہے ۔اس داستان کی مدد سے ہم انسان کے ماضی میں جھانک سکتے ہیں کہ اس کے سوچنے کا انداز کیا تھا؟ اس کی منصوبہ بندی کی نوعیت کیا تھی ؟غرض ِگل گامش کتنے ہی مختلف ذہنوں کی تخلیق کیوں نہ ہو،سوچ کی ایک اکائی ایسی ہے جس کے ساتھ ساری داستان جڑی ہوئی ہے۔ کرداری انتشار بالکل نہیں۔ ہر کردار کی اپنی اپنی ترجیحات اور اعمال ہیں جو اسے سونپے گئے ہیں اور انہیں وہ انجام دے رہا ہے۔ پوری داستان میں ِگل گامش ایک متفکّر اور متحرّک کردار کے طور پر اپنے حصے کی کہانی کو آگے بڑھا رہا ہے۔ ان کدو جب ِگل گامش کو خطرات سے ڈراتا ہے اور حمبابا کی وحشت کو بیان کرتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ِگل گامش اس مہم سے توبہ کر لے لیکن ِگل گامش اسے جواب دیتا ہے کہ ٹھیک ہے منزل مشکل ہے ،راستہ پُر خطر ہے مگر جب ایک دفعہ ہمت باندھ لی جائے تو پسپائی گناہ ہوتا ہے۔ میں اتنا احمق نہیں کہ اپنی جان ضائع کرنے پر تُلا بیٹھا ہوں:

''میں دُھن کا پکّا ضرور ہوں
مگر اُجڈ اور احمق نہیں ہوں۔
دو آدمی ساتھ چلیں تو ہر ایک اپنا بچاؤ بھی کرتا ہے
اور دوست کی سپر بھی بنتا ہے۔
اور اگر وہ جنگ میں کام آئیں
تو ان کا نام باقی رہ جاتا ہے''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۴۶)

ِگل گامش کو حمبابا پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ حمبابا معافیاں بہت مانگتا ہے مگر ان کدو،ِگل گامش کو حمبابا کی موت ہی کا مشورہ دیتا ہے۔ ِگل گامش اگر چہ اسے چھوڑ دینا چاہتا ہے مگر ان کدو:

''ان کدو نے جواب دیا:
اگر قوت فیصلہ نہ ہو
تو قوی ترین انسان بھی قسمت سے مار کھا جاتا ہے۔'' (سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۵۵)

حمبابا اور ان کدو کا مکالمہ بھی آج کل کی معاشرت سے خاصا قریب ہے۔ کیوں کہ حمبابا جان جاتا ہے کہ ان کدو اسے مروانا چاہتا ہے۔

''ان کدو، تو شرانگیز باتیں کرتا ہے
بھاڑے کا ٹٹّو! اپنی روٹی کے لیے دوسروں کا محتاج!
تو نے حریف کے خوف اور رشک سے
یہ کلمات بدزبان سے نکالے ہیں''
ان کدو نے کہا:
''گِل گامش! اس کی نہ سُن
حمبابا کو مرنا ہی ہوگا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۵۵)

اور آخر میں:

''گِل گامش نے اپنے ساتھی کا مشورہ قبول کرلیا۔
اس نے تیشہ سنبھالا اور شمشیر کو بے نیام کیا
اور حمبابا کی گردن پر ضرب لگائی
اور اس کے رفیق ان کدو نے دوسری ضرب لگائی،
تیسری ضرب پر حمبابا گر پڑا
اور ہلاک ہوگیا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۵۶)

داستان کا تیسرا حصہ محبت کی دیوی عشتار سے متعلق ہے۔ عشتار کا کردار اپنے باطن میں عورت کی نفسیات کی بعض ایسی گرہوں سے واقف کراتا ہے جن کو ہم آج تک نہیں سلجھا سکے۔ عورت ایک مقام پر انسان کی موت بن جاتی ہے۔ لیکن پتا نہیں کیا بات ہے آج کا انسان اس دام سے بچ نہیں پاتا۔ تھوڑا سا وقت گزرتا ہے کہ انسان عورت کے پہنچائے ہوئے سارے دکھ بھول جاتا ہے۔ سارے دام سہانے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔

عشتار خوش شکل دیوی ہے، جو گِل گامش کو اپنے حسن کے جال کا اسیر بنانا چاہتی ہے مگر گِل گامش زِیرک اور دانا ہے۔ وہ عشتار کو اس کی ماضی کی محبتوں کی داستان سناتا ہے کہ تم نے کس کے ساتھ وفا کی ہے۔ اس میں گِل گامش عورت کی نفسیات پر بڑی بصیرت افروز باتیں کرتا ہے۔

''تو وہ انگیٹھی ہے جو سردیوں میں ٹھنڈی رہتی ہے،
وہ پائیں دروازہ ہے
جو ہوا کے جھونکوں اور گرد کے طوفانوں کو
اندر آنے سے نہیں روکتا۔
ایک محل جو اپنی پاسبان فوج پر آفت ڈھاتا ہے
تارکول سے بھرا مٹکا جسے اٹھاؤ
تو کپڑے اور جسم سب کالے ہو جاتے ہیں۔''

(سید سبط حسن،۱۹۶۲: ۱۵۸)

گِل گامش دلائل سے عشتار کو جواب دیتا ہے۔اور ایک ایک عاشق کا حال بتاتا ہے کہ جس سے تو نے محبت کی اور وہ پامال ہو گیا۔ گویا ہرجائی لوگ فرد کو پامال کر دیتے ہیں۔ بے جرم و خطا پامالی کتنی بھیانک اور کرب ناک ہوتی ہے۔

''تموز کا حال سن،
جو تیرے عہد جوانی میں تیرا عاشق تھا
تو اسے سالہا سال رلاتی، تڑپاتی رہی۔
تو نے طائر ہفت رنگ سے عشق کیا
اور پھر اس کے بازو توڑ دیئے
اور اب وہ باغ میں بیٹھا ''میرے بازو، میرے بازو'' پکارتا رہتا ہے
تب تو نے ایک قوی ہیکل شیر سے عشق کیا
پھر اسی کے لیے سات اور سات گڑھے کھودے۔
تب تو نے ایک اسپ نر سے عشق کیا
جو جنگ میں شہرت پا چکا تھا
مگر انجام کار اس کی تقدیر میں مہمیز، چابک اور چمڑے کا ہنٹر لکھا گیا۔''

(سید سبط حسن،۱۹۶۲: ۱۵۸)

غرض عشتار کے عشق کی لمبی داستانیں ہیں جن پر گِل گامش کھل کر روشنی ڈالتا ہے۔ عشتار گِل گامش کی سردمہری اور سچائی کے بیان سے بہت سیخ پا ہوتی ہے۔ یعنی اگر گِل گامش اس کی قربت حاصل کر لیتا تو سب درست تھا مگر دوسری صورت درست نہیں۔ عشتار سخت برہم ہوتی ہے اور اپنے باپ سے اس ''گستاخی'' کی شکایت کرتی ہے کہ اس نے مجھے بدنام کیا ہے۔ اے میرے باپ انو مجھے ثورِ فلک عطا کر تا کہ میں اپنی بدنامی کا بدلہ لے سکوں۔ عشتار کا باپ اسے تلقین کرتا ہے کہ اگر تجھے ثورِ فلک عطا کیا تو کچھ عرصہ تک مخلوق کے لیے اناج نہیں اگ سکے گا۔

پہلے اناج کا بندو بست کرو پھر تجھے ثورِ فلک عطا کروں گا۔ عشتار اناج کے بندو بست کا یقین دلاتی ہے جس پر اسے ثور فلک دیا جاتا ہے، جو تین حملوں میں کئی سو بندے مارتا ہے۔ بالآخر گِل گامش اور ان کدو ثور فلک کو مار دیتے ہیں اور عشتار کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ سب کارروائی ان کدو کی موت بن جاتی ہے، جو گِل گامش کا دوست ہے۔ عشتار دیوتاؤں سے فریاد کرتی ہے اور دیوتا مجلسِ شوریٰ بلاتے ہیں۔ ان کدو گِل گامش سے کہتا ہے۔

''اور جب صبح ہوئی تو ان کدو نے گِل گامش سے کہا:

رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا:

انو، ان لیل، ایا اور شمس مجلسِ شوریٰ میں بیٹھے تھے

اور انو نے ان لیل سے کہا:

اُنھوں نے ثور فلک اور حمبابا کو ہلاک کیا ہے

لہٰذا دونوں میں سے ایک کو مرنا ہوگا۔''

(سید سبط حسن،۱۹۶۲: ۱۵۸)

اور پھر علالت کے بعد ان کدو مر جاتا ہے جس پر گِل گامش کو بہت صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ ان کدو کا مجسّمہ بنواتا ہے اور ان کدو کا شمس دیوتا کو نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ یہاں عورت بغیر کسی وجہ کے موت بن جاتی ہے۔ یعنی جس نے عورت کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا، عورت اس کی دشمن بن جاتی ہے اور اس کو تباہ کرنے کی منصوبہ ساز بھی بن جاتی ہے۔ عورت کے مکر وفریب کو سورۃ یوسف میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے مکر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ عشتار قدیم زمانے کی عورت ہے مگر آج کے مہذب معاشرے میں صورتِ حالات مختلف نہیں۔ وہی عورت کے مکر ہیں، بہکاوے ہیں، جو نت نئی صورتیں بدل کر معاشرے میں اپنے وجود کا احساس دلائے جا رہی ہے۔

داستان کا چوتھا حصہ حیاتِ ابدی کی تلاش سے متعلق ہے۔ گِل گامش ان کدو کی موت سے بہت رنجیدہ ہے اور اپنے انجام سے بہت خائف ہے کہ میری لاش میں بھی کیڑے پڑیں گے جیسا کہ ان کدو کے ساتھ ہوا۔ وہ حیاتِ ابدی کی تلاش میں نکلتا ہے جس میں مصائب و آلام سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ سفر کے آغاز میں بچھوؤں کے علاقے سے گزرنے پر نر بچھو گِل گامش سے مخاطب ہوتا ہے:

''نر نے اپنا منہ کھولا اور گِل گامش سے کہا:

عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے کسی انسان نے

آج تک وہ نہیں کیا جو تو چاہتا ہے۔

فانی انسان اس پہاڑ کو عبور نہیں کر سکتا۔

اس کا اندھیارا اٹھارہ کوس لمبا ہے۔

اس تاریکی میں اجالے کا گزر نہیں،

اس تاریکی سے دل بیٹھنے لگتا ہے۔

طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک وہاں کوئی روشنی نہیں ہوتی''
گِل گامش نے کہا:
مجھے خواہ رنج پہنچے یا تکلیف،
میں خواہ کراہتا ہوا جاؤں یا روتا ہوا،
پھر بھی مجھے وہاں پہنچنا ضرور ہے۔
لہٰذا پہاڑ کا پھاٹک کھول دے۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۷۶)

گِل گامش راستے کے مصائب جھیلتا ہے۔ اسے کسی نے بتایا ہے کہ اس کائنات میں اتنا پشتیم ایسی ہستی ہے جسے دیوتاؤں نے حیاتِ دوام بخشی ہے۔ نر دیوتا گِل گامش کو مشو دیوتا کے بارے میں بتاتا ہے۔ مشو سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد گِل گامش شراب بنانے والی دیوی سدوری تک پہنچتا ہے۔ سدوری گِل گامش کو بتاتی ہے کہ کئی کالے کوس کاٹنے کے بعد تم ارشابی سے ملنا جو اتنا پشتیم کا ملاح ہے اور وہ تمھیں سمندری سفر عبور کروانے کے بعد اتنا پشتیم تک لے جائے گا۔ گِل گامش راستے کی صعُوبتیں برداشت کرنے کے بعد اتنا پشتیم تک پہنچ جاتا ہے۔ اتنا پشتیم گِل گامش سے مخاطب ہوتا ہے۔

''اتنا پشتیم نے کہا:
دنیا میں کسی شے کو ثبات نہیں ہے
کیا ہم گھر اس لیے بناتے ہیں کہ وہ ابد تک قائم رہے؛
کیا ہم معاہدے پر مہر اس لیے لگاتے ہیں
کہ وہ دوامی ہو جائے۔
کیا بھائی اپنی موروثی جائیداد کو آپس میں اس لیے بانٹتے ہیں
کہ وہ سدا محفوظ رہے۔
کیا دریا میں سیلاب ہمیشہ رہتا ہے؟
تتلی اپنے خول سے نکلتی ہے
تاکہ سورج کے چہرے کو بس ایک نظر دیکھ لے
ازل سے آج تک کسی چیز کو ثبات نصیب نہیں ہوا ہے۔
سوئے اور موئے آدمی میں کتنی مشابہت ہے!
درباری ہوں یا بازاری، دونوں کی تقدیر میں فنا ہے،
مرتے وقت دونوں یکساں ہوتے ہیں۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۸۹)

یہاں پر اتنا پشتیم کے مکالمے داستان پر لکھنے والے کی شعوری یا لاشعوری گرفت کو واضح کرتے ہیں۔ اتنا پشتیم کو چوں کہ دوام حاصل ہے اس لیے اس کی گفت گو میں ایک بصیرت اور دانائی ہے۔ بڑے تحمّل کیساتھ اتنا پشتیم کائنات کے اسرار کے بارے میں نہایت بلیغ طریقے سے روشنی ڈال رہا ہے۔ ہر نقطے میں ایک رمز چھپی ہوئی ہے۔ وہ اسرار ہیں جن کی تلاش میں آدم کی اولاد آج تک خاک چھان رہی ہے۔زندگی، موت، موت کے بعد زندگی ۔انسان کو نفسِ مطمئنہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ یہ سب رموز ِگل گامش کی داستان کے موضوعات ہیں، جن کی آفاقیت کا دائرہ تمام عالم کو اپنے ہالے میں لیے ہوئے ہے۔ ِگل گامش ،اتنا پشتیم ،جسے دیوتاؤں نے دوام بخشا ہے، کی تقریر کے بعد اظہار خیال کرتا ہے۔

''تب ِگل گامش نے اتنا پشتیم ساکن ماورا سے کہا:
اتنا پشتیم ! میں تجھے دیکھتا ہوں
تو مجھے تیری ظاہراً شکل وصورت اپنے سے مختلف نظر نہیں آتی
میرے جسم میں کوئی عجیب یا انوکھی بات نہیں ہے۔
میں نے سوچا تھا کہ تو بھی کوئی سورما ہوگا، در پے جنگ
مگر تو تو اپنی پیٹھ کے بل زمین پر آرام سے لیٹا ہے
سچ بتا، تو دیوتاؤں کے حلقے میں کیسے پہنچا
اور تجھے حیاتِ ابدی کیسے ملی؟
اتنا پشتیم نے ِگل گامش سے کہا:
میں سرِ نہاں کو تجھ پر عیاں کروں گا
اور دیوتاؤں کا ایک راز تجھے بتاؤں گا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۱۹۰)

داستان کا پانچواں حصہ سیلاب عظیم سے متعلق ہے جسے دیوتاؤں نے نازل کیا اور اہل زمین پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا۔اسی سیلاب کے عذاب سہنے کے بعد اتنا پشتیم کو حیاتِ ابدی ملی تھی۔ سیلاب کا پس منظر جاننے کے لیے ِگل گامش کا اقتباس جس کا سیاق انسانی بہتات سے متعلق دیوتاؤں کی برہمی ہے۔یہاں پر آبادی کے بڑھنے سے متعلق دیوتاؤں کی پریشانی آج کل کے محکمہ بہبود آبادی کی یاد دلاتا ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہوگئی تو کائناتی امن پامال ہو کر رہ جائے گا۔ یہ سومیری تہذیب کی داستان ہے جس کی پرچھائیاں آج کی زندگی پر بھی محسوس کی جا سکتی ہیں۔

''ان لیل نے یہ ہنگامہ سنا
تو دیوتاؤں کی مجلسِ شوریٰ سے کہا:
''بنی نوع انسان کا شور وغل برداشت سے باہر ہو گیا ہے
اور ان کی بکواس کے باعث سونا محال ہے''

بس دیوتاؤں کے دل میں سیلاب کا خیال آیا
لیکن میرے آقا ایا نے مجھے خواب میں خبردار کر دیا
اس نے دیوتاؤں کی باتیں چپکے سے میرے جھاؤ کے گھر کو بتا دیں
جھاؤ کے گھر، جھاؤ کے گھر۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۹۱)

ایا دیوتا کی ان باتوں میں لافانی حیاتِ کا راز ہے۔ اسلامی مکتبِ فکر کی بعض شقوں میں خاص طور پر تصوّف کے رُو سے دنیا کو تیاگنے کا فلسفہ ایا دیوتا کے ان فرمودات سے متعلق ہے۔ ایا اتنا پشتیم سے کہتا ہے:

''اوشروپاک کے انسان، یوبارتوتو کی اولاد!
اس گھر کو ڈھادے اور ایک کشتی بنا،
اپنے اثاثے اور املاک سے کنارہ کش ہو جا
اور اپنی جان کی فکر کر،
دنیاوی چیزوں کو حقیر سمجھ
اور اپنی روح کو موت سے بچا
اپنا مکان مسمار کر دے
اور میں کہتا ہوں کہ ایک کشتی بنا۔''

(سید سبطِ حسن،۱۹۶۲: ۱۹۱)

ایک بات بڑے پتے کی کہی گئی ہے کہ اپنی روح کو موت سے بچا۔ یعنی جسم کی موت سے روح کی موت زیادہ بھیانک ہوتی ہے۔ انسان کو اپنی روح کی بقا کی جنگ لڑنی چاہیے۔ روح کی بقاہی حیاتِ ابدی کی ضمانت ہے۔ سیلابِ عظیم کے بعد ان لیل اس جہاز پر آتا ہے جس پر اتنا پشتیم سوار ہے۔

''اس نے مجھے اور میری بیوی کو ہاتھ سے پکڑا
اور جہاز کے اندر لے گیا
خود درمیان میں کھڑا ہوا اور ہمیں دائیں بائیں
رکوع میں جانے کا حکم دیا۔
اس کی ہماری پیشانی چھوئی
اور ہمیں برکت دی:
''ماضی میں اتنا پشتیم ایک فانی انسان تھا
آئندہ وہ اور اس کی بیوی یہاں سے دو دریاؤں کے دہانے پر
رہیں گے''
پس دیوتاؤں نے مجھے اپنی پناہ میں لیا

اور اس دور دراز مقام پر،
دریاؤں کے دہانے پر، رہنے کا حکم دیا۔''

(سید سبطِ حسن، ۱۹۶۲:۱۹۸)

داستان کا چھٹا حصہ ِگل گامش کی عروق مراجعت سے متعلق ہے۔اتنا پشتیم ِگل گامش کے حیاتِ ابدی حاصل کرنے اصرار پر ایک ازمائش دیتا ہے کہ تجھے چھ راتیں اور سات دن جاگنا ہوگا۔ ِگل گامش کو لہے کے بل آرام کر رہا تھا کہ اسے نیند آ گئی۔ اتنا پشتیم اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ ذرا اس کو دیکھ یہ مرد قوی حیاتِ ابدی کا طلب گار تھا مگر اس پر نیند کی دھند ابھی سے لہرا رہی ہے۔ اس کی بیوی جواب دیتی ہے کہ اسے جگا دوتا کہ اپنے گھر کی راہ لے۔ اتنا پشتیم بیوی سے کہتا ہے کہ بس تو روز اس کے سرہانے روٹی پکا کر رکھ دیا کرواور دیوار پر ایک نشان لگا دیا کرو۔ یہاں حساب کا قدیم طریقہ بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ِگل گامش جب جاگتا ہے تو کہتا ہے کہ بس آنکھ لگ گئی جس پر اسے بتایا جاتا ہے کہ تو اتنے دن سویا کہ تمھارے سرہانے رکھی ہوئی روٹیاں شکلیں بدل گئیں ہیں وہ بالترتیب پتھر، چمڑے، سیلن، پھپھوندی، سبزی مائل جب کہ چھٹی تازہ اور ساتویں چولہے پر ہے۔ یہاں وقت کی پیمائش کا منفرد اُسلوب دیکھنے کو ملتا ہے۔ غرض ِگل گامش مطلوبہ ریاضت نہیں کر سکتا اور اسے سمندر کے راستے واپس جانا پڑتا ہے۔ ارشہ، اتنا پشتیم کے عتاب کا نشانہ بنتا ہے۔ ِگل گامش جانوروں کی کھال کا لباس اتار کر غسل کرتا ہے۔ اتنے میں اتنا پشتیم کی بیوی اس سے کہتی ہے کہ اتنی مشکلوں کے بعد ہم تک پہنچا ہے اسے کچھ تو ایسا عطا کر دو کہ اسے یاد رہے۔ اتنا پشتیم راضی ہو جاتا ہے۔

''ِگل گامش ! تو یہاں تھکا ماندہ آیا تھا،
اب میں تجھے کیا چیز دوں
جسے دے کر تو اپنے دیس کو جائے
ِگل گامش ! میں ایک خفیہ بات تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
اور یہ اسرارِ خداوندی ہے جو میں تجھے بتاؤں گا،
ایک بوٹا ہے جو پانی کے اندر اگتا ہے
وہ ِگلاب کی مانند خار دار ہے
وہ تیرے انگلیوں کو لہو لُہان کر دے گا
لیکن تو اس بوٹے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے
تو تیرے ہاتھ میں وہ شے ہوگی
جس سے انسان کا شباب رفتہ لوٹ آتا ہے۔''

(سید سبطِ حسن، ۱۹۶۲:۲۰۲)

ِگل گامش نے پاؤں میں بھاری پتھر باندھے اور پانی کی تہہ میں اتر گیا اور وہ بوٹا حاصل کر لیا۔ ِگل گامش

نے سوچا کہ میں اسے عروق کے بوڑھوں کو دوں گا اور ان کی جوانی واپس آ جائے گی یعنی شباب اور اسے بعد میں خود بھی استعمال کروں گا۔ شباب کی ہمیشگی کی خواہش بھی فرد کے باطن میں رکھ دی گئی ہے۔ مگر تقدیر کے اپنے کھیل ہیں۔ بوٹا ِگل گامش کے پاس نہیں رہتا۔

''ِگل گامش نے ٹھنڈے پانی کی ایک باؤلی دیکھی
تو اس میں اترا اور نہانے لگا
باؤلی میں ایک سانپ رہتا تھا
اس نے پھول کی میٹھی خوشبو سونگھ لی
وہ پانی سے نکلا اور پودے کو ہڑپ کر گیا۔
فوراً ہی اس نے اپنی کیچلی اتار دی
اور باؤلی میں واپس چلا گیا۔''

(سید سبطِ حسن، ۱۹۶۲: ۴۳)

ِگل گامش آہ و زاری کرتا ہے اور دکھوں سے چور چور عروق واپس آ جاتا ہے۔

داستان کا ساتواں اور آخری حصہ آ قائے کلاب ِگل گامش کی موت کا احوال ہے۔ ہم نے دیکھا اتنے کشٹ کاٹنے کے بعد بھی ِگل گامش کو بقا حاصل نہیں ہوسکی۔ وہی ہوا جو آج تک انسانوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ علامتی طور پر دیکھا جائے تو یہ ایک سبق ہے کہ تم خواہ کتنے بڑے سورما بن جاؤ تمھیں مرنا ہوگا۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس پر سے سبھی کو بلاتخصیص رنگ و نسل، مقام و مرتبہ گزرنا ہے۔ ایسا نہیں کہ آپ بادشاہ بن گئے ہو تو بادشاہ کیا مرتے نہیں۔ اگر کہیں دوام ہے تو خدائے پاک کی ذات یا اس کی مقرب ہستیوں کو، مگر ہم اس حیاتِ دائمی کا شعور نہیں رکھتے۔

''دیوتاؤں کے دیوتا، ان لیل کو ہستانی نے
ِگل گامش کی جو تقدیر لکھی تھی
وہ پوری ہوئی
پاتال کا اندھیرا اسے روشنی دکھائے گا۔
پشت ہا پشت تک نسلِ انسانی اس کی یادگار کا جواب نہ پیش کر سکے گی
نئے چاند کی مانند سورماؤں اور دانشمندوں کی تقدیر میں بھی
عروج اور زوال لکھا ہوتا ہے۔
مگر دنیا والے کہیں گے:
کون ہے جس نے ِگل گامش کی مانند
طاقت اور جبروت سے حکومت؟''

(سید سبطِ حسن، ۱۹۶۲: ۲۰۴)

یہ تمام خوبیاں گِل گامش کی مطلق العنانی کو ظاہر کرتی ہیں کہ وہ کتنا بڑا شہزادہ تھا مراد آپ جو کچھ بھی بن جاؤ دوام صرف موت ہی کو ہے۔اب کیا ہے؟

''گِل گامش نہیں ہے تو:
اس کے بغیر روشنی گم ہے،
جیسے اندھیری راتوں میں،
پرچھائیوں کے مہینے میں
گِل گامش تیرے خواب کی یہی تعبیر تھی
مگر حیاتِ ابدی تیری قسمت میں نہیں تھی۔
اور پھر علالت کے بعد
اور یوں ہوا کہ انھیں دنوں گِل گامش نن سون کا بیٹا کوچ کر گیا
بے نظیر بادشاہ، جس کا انسانوں میں جواب نہ تھا
جس نے اپنے آقا ان لیل کو فراموش نہ کیا۔
ستائش بے حساب گِل گامش آقائے کلاب کی۔'' (سید سبطِ حسن،۱۹۶۲:۲۰۵)

حوالہ جات:

سبطِ حسن، سید (۱۹۶۱ء)، ''گِل گامش کی داستان''، مشمولہ نقوش، شمارہ ۹۱

سبطِ حسن، سید، (۱۹۶۲ء)، گِل گامش کی داستان، مشمولہ نقوش، شمارہ ۹۳